۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۳۳

۲۳۔ دیوان غالب کامل، ص:۳۰۶

۲۴۔ دیوان غالب، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص:۲۰۱

۲۵۔ دیوان غالب (نسخۂ خواجہ)، ص:۲۰۸

۲۶۔ حنیف فوق، غالب احوال و آثار، ص:۸۳۔۸۲

۲۷۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۳۳

۲۸۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۳۰

۲۹۔ دیوان غالب (نسخۂ خواجہ)، ص:۱۱۶

۳۰۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۳۴

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ دیوان غالب (نسخۂ خواجہ)، ص:۱۱۸

۳۳۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۲۷

۳۴۔ دیوان غالب، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ص:۲۰۳

۳۵۔ دیوان غالب کامل، ص:۳۱۸

۳۶۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۳۴

۳۷۔ حالی، مولانا الطاف حسین، یادگار غالب، ص:۱۷۰

۳۸۔ کشفی، محمد ابوالخیر، سید، اردو شاعری کا تاریخی اور سیاسی پس منظر، لاہور: نشریات، ۲۰۰۷ء، ص:۲۱۱

۳۹۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۳۴

۴۰۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)، ص:

۴۱۔ دیوان غالب کامل، ص:۳۶۴

۴۲۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۳۴

۴۳۔ دیوان غالب، مرتبہ: احمد علی خاں، ص:۲۲۱

۴۴۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۳۵

۴۵۔ دیوان غالب کا نیو ایڈیشن، ص:۹۶

۴۶۔ دیوان غالب، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص:۲۰۳

۴۷۔ دیوان غالب، مرتبہ: حامد علی خاں، ص:۲۲۷

۴۸۔ دیوان غالب (نسخۂ خواجہ)، ص:۱۱۹

۴۹۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۳۰

۵۰۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)،ص:۱۳۵
۵۱۔ ایضاً،ص:۱۳۶
۵۲۔ ایضاً،ص:۱۳۷
۵۳۔ ایضاً
۵۴۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)،ص:۳۱۹
۵۵۔ دیوان غالب۔مرقع چغتائی،ص:ن
۵۶۔ دیوان غالب۔کانپور ایڈیشن،ص:۹۹
۵۷۔ دیوان غالب،مرتبہ: حامد علی خاں،ص:۲۳۱
۵۸۔ دیوان غالب۔غالب انسٹی ٹیوٹ،ص:۲۰۷
۵۹۔ دیوان غالب کامل،ص:۳۷۴
۶۰۔ حالی،الطاف حسین،یادگار غالب،ص:۱۶۸
۶۱۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)،ص:۱۳۷
۶۲۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،اردو کے چار بڑے شاعر،لاہور:الوقار پبلی کیشنز،۲۰۱۰ء،ص:۲۲۷
۶۳۔ امداد امام اثر،کاشف الحقائق،ص:۵۴۲۔۵۴۱
۶۴۔ کشفی،سید محمد ابوالخیر،اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر،ص:۲۱۱
۶۵۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)،ص:۱۴۰
۶۶۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)،ص:
۶۷۔ دیوان غالب کانپور ایڈیشن،ص:۹۸
۶۸۔ دیوان غالب،غالب انسٹی ٹیوٹ،ص:۲۰۶
۶۹۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)،ص:۱۴۰
۷۰۔ اکبر حیدری،ڈاکٹر،غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے،کراچی:ادارہ یادگار غالب،طبع اول،۲۰۰۲ء،ص: ۱۵۹
۷۱۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)،ص:۱۴۶
۷۲۔ ایضاً
۷۳۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)،ص:۳۱۸
۷۴۔ دیوان غالب کامل،ص:۳۷۶
۷۵۔ دیوان غالب،لاہور:الحمد پبلی کیشنز،س ن،ص:۲۱۶
۷۶۔ دیوان غالب،مرتبہ: حامد علی خاں،ص:۲۲۹
۷۷۔ دیوان غالب (نسخۂ عرشی)،ص:۱۴۳

۷۸۔ حالی، الطاف حسین، مولانا، یادگارِ غالب، ص:۱۷۱
۷۹۔ دیوانِ غالب کامل، ص:۳۷۲
۸۰۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۳۳
۸۱۔ دیوانِ غالب، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص:۲۱۰
۸۲۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۴۳
۸۳۔ ایضاً، ص:۱۴۴
۸۴۔ حالی، الطاف حسین، مولانا، یادگارِ غالب، ص:۱۷۱
۸۵۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۲۹
۸۶۔ دیوانِ غالب، ص:
۸۷۔ دیوانِ غالب، الحمد پبلی کیشنز، ص:۲۱۷
۸۸۔ دیوانِ غالب، مرتبہ: حامد علی خاں، ص:۲۳۰
۸۹۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۴۴
۹۰۔ یادگارِ غالب، ص:۱۷۱
۹۱۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۳۱
۹۲۔ دیوانِ غالب کامل، ص:۳۷۶
۹۳۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۴۵
۹۴۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۲۱
۹۵۔ دیوانِ غالب، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص:۲۱۰
۹۶۔ دیوانِ غالب کامل، ص:۳۷۱
۹۷۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۴۰
۹۸۔ دیوانِ غالب، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص:۲۱۰
۹۹۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۱۸
۱۰۰۔ دیوانِ غالب کامل، ص:۳۷۱
۱۰۱۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۱۴۵
۱۰۲۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف)، ص:۳۲۵
۱۰۳۔ دیوانِ غالب کامل، ص:۳۷۶
۱۰۴۔ حالی، الطاف حسین، مولانا، یادگارِ غالب، ص:۱۷۰
۱۰۵۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، ص:۳۵۰
۱۰۶۔ ایضاً

۱۰۷۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، ص: ۳۱۵

۱۰۸۔ دیوان غالب کامل، ص: ۳۹۰

۱۰۹۔ کشفی، محمد ابوالخیر، سید، اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر، ص: ۳۰۰

۱۱۰۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص: ۳۵۱

۱۱۱۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، ص: ۳۲۹

۱۱۲۔ دیوان غالب کامل، ص: ۱۳۲

۱۱۳۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص: ۳۵۱

۱۱۴۔ ایضاً، ص: ۳۵۲

۱۱۵۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، ص: ۳۱۷

۱۱۶۔ دیوان غالب کامل، ص: ۱۳۲

۱۱۷۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص: ۳۵۲

۱۱۸۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص: ۳۵۴

۱۱۹۔ ایضاً

۱۲۰۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، ص: ۳۲۸

۱۲۱۔ دیوان غالب (نسخہ اکیڈمی)، نئی دلی: غالب اکیڈمی، ڈی لکس ایڈیشن، ۱۹۹۳ء، ص: ۲۰۰

۱۲۲۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص: ۳۵۵۔۳۵۴

۱۲۳۔ ایضاً، ص: ۳۵۵

۱۲۴۔ دیوان غالب (نسخہ اکیڈمی)، ص: ۲۹۶

۱۲۵۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، ص: ۳۲۶

۱۲۶۔ دیوان غالب (نسخہ عرشی)، ص: ۳۵۶

۱۲۷۔ ایضاً

۱۲۸۔ اردو کلیات (نسخہ اشرف)، ص: ۳۲۶

۱۲۹۔ دیوان غالب (نسخہ اکیڈمی)، ص: ۳۰۲

۱۳۰۔ اردوئے معلیٰ، مرتبہ: سید مرتضی حسین فاضل، حصہ دوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول، اپریل ۱۹۸۰ء، ص: ۱۱۱۶

۱۳۱۔ اکبر حیدری، ڈاکٹر، غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے، ص: ۱۵۹

☆......☆......☆

پنجابی ماہیا کے دوسری زبانوں پر اثرات

ڈاکٹر فیصل جپّا

Dr. Faysal Jappa

Assistant Professor, Department of Urdu,
Govt. K.A. Islamia College, Chiniot.

ڈاکٹر ظفر حسین ہرل

Dr. Zafar Hussain Harl

Assistant Professor, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

Folk songs are the asset of any language. These are inherited and remembered by an oral tradition. Punjabi language is rich for folk songs. Some folk songs belong to a specific area. Mahiya is unique form of folk song that is sung, enjoyed and understood throughout Punjab. Under the influence of Mahiya the other languages like Persian, Urdu, Sindhi Arabic and German have also experimented with mahiya. The present essay will help to understand the influence of Punjabi mahiya as other languages. The researcher can also benefit from this effort. more over it will bring to high light the poets of these languages, who are doing creative efforts with this form.

ماہیا پنجابی لفظ ماہی سے نکلا ہے ،جس کے لغوی معنی بھینس (مہیں) کے چرواہا کے ہیں۔بھینس کی پرورش پنجاب میں اس وقت سے کی جاتی ہے جب سے پنجابی معاشرہ پھلتا پھولتا نظر آتا ہے۔پنجابی کا بھینس سے پیار شروع سے ہی بہت زیادہ ہے۔اس کی مثالیں پنجابی لوک گیتوں میں بہت زیادہ ملتی ہیں۔اِس پیار کی ایک وجہ یہ بھی ہے بھینس کے ساتھ پنجابی کی روزی روٹی کا تعلق ہے۔اس وجہ سے اس کو'مال' کہا جاتا ہے۔بھینس (مہیں) سے اس پیار کی وجہ سے اس خدمت کرنے والے کو'ماہی' کہا جاتا ہے۔یہی ماہی سارا دن بھینس چراتا اور شام کو اپنے خاندان کے لیے دودھ لے آتا ہے۔اسی

وجہ سے ماہی پنجاب کی عورت کے دل کا مالک اور حکمران ہے ۔اسی مالک کے لیے وہ بھینس کے چرواہے ماہیا سے محبوب بنا۔ یہ لفظ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے پورے پنجاب میں مشہور ہوگیا۔ جب کسی عورت نے اپنے محبوب کی یاد میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اُسے بُلایا تو یہی آواز ''ماہیا'' بن گئی۔ یہی پنجابی لوک گیتوں کی شعری صنف ماہیا ہے۔اس طرح اس صنف کا تہذیبی اور ثقافتی تعلق آریائی معاشرے سے پہلے کا ہے۔

ماہیا پنجابی لوک ادب کی مختصر ترین اصناف میں سے ہے،اس شعری صنف میں اتنی لچک موجود ہے کہ مختلف موضوعات اس میں بیان کیے جاسکتے ہیں۔ یہ ماہیے کی وسعت کا نتیجہ ہے کہ اس میں بڑی سے بڑی بات بہت کم الفاظ اور خوبصورت انداز میں کہی جاسکتی ہے۔ ماہیا کی ہیت اور بناوٹ وسیع موضوعات کو بھی اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔اس اختصار اور جامعیت کی وجہ سے اس میں دریاؤں جیسی روانی اور فضاؤں جیسی تازگی ہوتی ہے۔اسی وجہ سے ماہیا پورے پنجاب میں یکساں مشہور اور مقبول ہے۔

ماہیا ڈیڑھ مصرعے کی شاعری ہے۔اس میں پہلا مصرعہ عموماً تُک بندی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے(آج کے پنجابی شعراء نے اس کو بامعنی بنادیا ہے) جبکہ دوسرے مصرعے میں اصل مضمون بیان کیا جاتا ہے ۔اس کا پہلا اور دوسرا مصرعہ ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ یہ'' رانجھا سبھ دا سانجھا'' ہے۔مختلف علاقوں میں اس کو مختلف ناموں سے پُکارا جاتا ہے، جیسے ٹپا، بگڑو،کلیاں،لولی اور بالو ماہیا۔ یہاں پر پہلے باقاعدہ شعراء کے لکھے ہوئے ماہیے کی جھلک دیکھیں۔

اللہ اللہ اے
سب وِچ رہنداا ے، پر فیر وی کلاّ اے
اللہ اللہ اے(۱)

میرے اندر رجھا کوئی
رانجھاناں میرا،مینوں ہیر نہ آکھو نی(۲)

اب کچھ مثالیں لوک ادب کے ماہیے سے جو پورے پنجاب میں مشہور ہیں اور لوگوں کے دلوں پر نقش ہیں۔

پانی کاں پیتا
تیرے وچوں رب دسدائے، تینوں سجدہ تاں کیتا(۳)

پُرزے مشیناں دے
عرش ہلا دیندے، ٹھڈے ساہ مسکیناں دے(۴)

بوجھے وچ پانا کھاں
ٹُردے ڈھولے نوں، سد ماراں تے کیہ آکھاں(۵)

ماہیا کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں لیکن مشہور ہیئت اور بحر یہی ہے جس کی مثالیں اوپر دی گئی ہیں۔ اس صنف کو گانے اور لے کے طریقے مختلف علاقوں میں مختلف ہیں۔ انہی مختلف گانے کے طریقوں نے دوسری زبانوں پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب ماہیا صرف پنجابی شعری صنف نہیں رہی بلکہ اردو، سندھی، فارسی، عربی اور جرمن میں لکھا جا رہا ہے۔ ان زبانوں نے ماہیا کی ہیئت، بحر اور موضوعات کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح ماہیے کے ذریعے پنجابی ادب کے اثرات دوسری زبانوں پر بھی نظر آتے ہیں، جس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ آفاقی صنف ہے، جس نے پنجابی تہذیب و تمدن کو دوسرے معاشروں تک بھی پہنچایا ہے۔

دنیا کا کوئی بھی معاشرہ اور ثقافت جمود پزیر نہیں ہوتے۔ اس سفر میں انسانی رویے، جذبے، رہن سہن گو تمام زندگی گزارنے کے طریقے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی جذبے جس چیز سے زیادہ اثر قبول کرتے ہیں، اسی کو اپناتے چلے جاتے ہیں۔ اسی ادب اور تہذیب کے سفر میں کسی بھی زبان کی صنف ہمسائیگی زبان سے انجان، دور یا چھُپ نہیں سکتی، تہذیبوں کے بدلنے سے زبانیں بھی اثرات بہت جلدی قبول کرتی ہیں اور ادب میں مشہور اصناف دوسری زبانوں میں سرایت کر جاتی ہیں، جیسے، ناول، ڈرامہ، افسانہ، آزاد نظم، غزل، مثنوی اور دوسری تمام اصناف مختلف زبانوں سے دیسی زبانوں میں آئیں۔ جس طرح ہر زبان کا اپنا مزاج ہوتا ہے اسی طرح ہر صنف کو پروان چڑھنے کے لیے ایک خاص ماحول چاہیے ہوتا ہے اور ہر صنف کی ہیئت، وزن اور بحر ئی ہوتی ہے۔ جب کوئی شعری صنف کسی دوسری زبان میں جاتی ہے تب یہ ہیئت وزن، بحر وغیرہ بھی ساتھ سفر کرتے ہیں اور تب ہی کسی دوسری زبان میں اپنی وجود رکھتے ہیں۔ اس کے بارے ناصر عباس نیر کے خیالات دیکھیں:

> ''کسی نئی صنف کو اپنے ادب میں متعارف کرواتے اور فروغ دیتے وقت اس صنف کے مزاجی اوصاف کو برقرار رکھنے پر زور دیا جاتا ہے۔ یعنی نئی صنف کی مخصوص ہیئت خارجی خدوخال کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے منفرد داخلی انداز کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ اس بات کا زبردست خطرہ ہوتا ہے کہ مبادا نئی صنف کے مزاج کی پابندی کے نام پر اسی صنف کے موضوعات کی تکرار ہونے لگے۔ ابتداء میں اگرچہ درآمدہ صنف شعوری کوشش سے لکھی جاتی ہے۔ مگر اس کے داخلی امکانات کے سویدا ہونے کے ساتھ ساتھ وہ تخلیق کاروں کے تخلیقی ذہن سے ایک خود کار نظام کے تحت اُگنے لگتی ہے اور

ایک وقت آ تا ہے کہ درآمد صنف اپنے اولین مزاج اور کبھی کبھی ہیئت کو بھی تیاگ کرادب کا اک معتبر حوالہ بن جاتی ہے۔‘‘(۶)

ناصر عباس نیر کے یہ خیالات پڑھ کراندازہ ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی ادبی شعری صنف دوسری زبان میں جاتی ہے تب شعوری کوشش سے لکھی جاتی ہے اور کسی بھی زبان کے لوک ادب کا درجہ پانا اُس صنف کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ برصغیر میں بولی جانے والی زبانیں، جیسے پشتو، بلوچی، سندھی، پنجابی اور دوسری زبانیں لوک ادب کے وسیع سرمائے کی وجہ سے مشہور ہیں۔

اردو ماہیا پر پنجابی ماہیا کی جھلک

یہاں پر ہم اردو ماہیے کے بارے میں صرف تعارفی بات کرتے ہیں۔ تفصیل کے لیے اسی موضوع پر چھپا میرا مضمون دیکھا جا سکتا ہے۔(۷)

’’ماہیا‘‘ پنجابی لوک گیتوں کی سب سے پُرانی شعری صنف ہے۔۔اپنے اختصار اور چلبلے پن کی وجہ سے دوسری زبانوں میں ماہیا کہنے کا رواج قائم ہوا۔اردو زبان نے جس طرح دوسری زبانوں سے اثر قبول کیا اس طرح پنجابی سے اثر قبول کرنا فطری عمل ہے۔اسی عمل سے گزرتے ہوئے پنجابی ’’ماہیا‘‘ اردو ادب کی ایک مشہور صنف بن گیا۔ اردو ماہیا پہلے اُن شعراء نے لکھا جو خود پنجابی تھے اور یہاں کے لوک گیتوں سے اچھی طرح واقف تھے۔انہوں نے اس لوک گیت کو اردو میں لکھ کر ایک نیا اور کامیاب تجربہ کیا۔اس کے بارے میں امین خیال لکھتے ہیں:

’’پنجابی ماہیا کی مقبولیت بڑھی تو اس کا اثر اردو والوں نے بھی قبول کیا سب سے پہلے اردو ماہیا کی ابتداء فلموں سے ہوئی پھر فلموں ریڈیو، ٹی وی پر سے ہوتے ہوئے یہ اردو ادب میں در آیا۔‘‘(۸)

ماہیا کے پنجابی زبان سے اردو کی طرف سفر کے بارے میں ناصر عباس نیر کے خیالات دیکھیں:

’’بیسویں صدی میں اردو ادب نے کلاسیکی روایتوں کی زنجیروں سے رہائی پا کر متعدد عالمی اور مقامی زبانوں اور ان کے ادب سے دوستانہ رابطے قائم کیے۔ افسانہ، آزاد نظم اور انشائیہ ان روابط کی ٹھوس شہادتیں ہیں۔ جدید اردو ادب کی آبرو بھی یہی اصناف ثلاثہ ہیں تاہم اردو ادب نے ہندی دوہے، جاپانی ہائیکو اور پنجابی ماہیے کو بھی اپنی دھرتی میں کاشت کیا ہے۔‘‘(۹)

اردو میں ماہیا کوئی بہت پرانی بات نہیں۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اس کا آغاز ۱۹۳۹ء میں بتاتے ہیں:

’’ماہیا کی روایت اردو میں ۱۹۳۹ء سے پائی جاتی ہے جب معروف فلم ڈائریکٹر

کہانی نویس اور نغمہ نگار ہمت رائے شرما نے فلم ''خاموشی'' میں ماہیے لکھے تھے۔''

اک بار تو مل ساجن
آ دیکھ ذرا
ٹوٹا ہوا دل ساجن

سہمی ہوئی آہوں نے
سب کچھ کہہ ڈالا
خاموش نگاہوں نے (۱۰)

اُردو میں ماہیا کہنے کی روایت پنجابی سے آئی ہے اور اردو ماہیے کے شعراء بھی پنجابی ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے اج کے ذہنوں میں پنجاب کی تاریخ اور ثقافت کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ پنجابی ماہیے کی ثقافتی روایت اور لسانی اختصاریت کا بھی خصوصی طور پر خیال رکھا جاتا ہے، جو کہ پنجابی ماہیے کا پس منظر ہے۔ اس کے علاوہ اردو ماہیا نگار پنجابی ماہیے کی شعریات کا بھی خیال رکھتے ہیں اور ایسے فہم سے وہ اپنے لاشعور کا حصہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔ جب ان کے ماہیے کی طرف خیال کیا جائے تو یہ پنجابی رہن سہن اور ثقافت کا ذکر کرتے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ ان ماہیا نگاروں کے لاشعور میں اپنی دھرتی کے رنگ ڈھنگ رچے ہوئے ہیں۔ یہاں کچھ ماہیے دیکھیں جن سے پنجابی معاشرے کے جھلکارے نظر آتے ہیں:

بور آ گیا آموں میں
رونقیں جا اُٹھیں
دیہات کی شاموں میں (۱۱)

منظر تیرے گاؤں کے
گرم دوپہروں میں
ہنستی ہوئی چھاؤں کے (۱۲)

امین بابر کا ماہیا دیکھیں:
مندری کا نگ ماہی
میری اماں سے

آ مجھ کو ٹھگ ماہی (۱۳)

پروفیسر شارب نے کچھ پنجابی ماہیے، اردو ماہیے میں منظوم ترجمہ بھی کیے ہیں اس میں مضمون پنجابی ماہیے کی طرح ہے۔

اڈ کالا کاں ویندا

سجن مریندے ہین، بن موت داناں ویندا

اسی ماہیے کا اردو ماہیے میں منظوم ترجمہ دیکھیں:

اُڑتا جائے کاگا

سجناں مار گئے، یونہی موت کا ناؤں لاگا (۱۴)

ان اوپر دیے گئے خیالات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اردو ماہیا پنجابی ماہیے کے زیرِ سایہ لکھا جا رہا ہے۔ یہاں دی گئی مثالوں کے علاوہ ماہیا کے موضوع کی وسعت بہت زیادہ ہے۔ اس میں عشق، پیار، محبت، دُکھ سُکھ، ہجر، وصال، اس دھرتی سے محبت، عام لوگوں کے حالات اور اپنی زندگی سمیت ہر موضوع ملتا ہے اور اردو ماہیا نگار اس کو شعوری کوشش سے لکھ رہے ہیں۔ اب تک اردو ماہیا نگاروں کے بہت سے مجموعے چھپ چکے ہیں اور کچھ اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں مشہور اردو ماہیا نگاروں میں ہمت رائے شرما، ساحر لدھیانوی، قمر جلال آبادی، حیدر قریشی، امین خیال، ضمیر اظہر، مناظر عاشق ہرگانوی، نذیر فتح پوری، ڈاکٹر صابر آفاقی، انور مینائی، نثار ترابی، عارف فرہاد، امین بابر، کلیم شہزاد، اعزاز احمد آذر، پروین کمار اشک، قاضی اعجاز محور، یوسف اختر، منزہ اختر شاد، غزالہ طلعت اور اس کے علاوہ بہت سے نوجوان شعراء ماہیا لکھ رہے ہیں۔

اِن شعراء کی کوشش سے ماہیا اردو ادب میں نام پیدا کرے گا اور پنجابی ماہیے کے ساتھ منسلک اپنا ثقافتی پس منظر رکھنے والے کئی لفظ اردو زبان اور ماہیا کے لیے نئے الفاظ کا سبب بنیں گے۔ یہ بات بھی ٹھیک لگتی ہے کہ کسی بھی زبان سے آنے والی صنف اپنے ارتقائی دور سے گزر کر ہی اعلیٰ ادب کا حصّہ بنتی ہے۔ اردو ماہیا ابھی تک اپنے ارتقائی دور سے گزر رہا ہے کچھ ماہرین نے اس کے لیے کچھ ہیئت، بحر اور اوزان بھی مختص کیے ہیں لیکن اس کو پنجابی ماہیے کی سی مقبولیت دینے کے لیے ابھی بہت سے شعراء کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ پنجابی ماہیا عام لوگوں کی بولی اور دل کی آواز ہے اور اردو ماہیا کو اس حد تک جانے کے لیے ابھی اور سفر طے کرنا پڑے گا۔

سندھی میں ماہیا

سندھ کی تہذیب کئی ہزار سال پرانی ہے۔ اس خطے کے لوگوں کے لوک گیت بھی اتنے ہی پرانے ہیں، جتنی اُن کی تہذیب۔ سندھ میں کئی لوک گیت صدیوں سے مختلف تہواروں کے مواقع پر گائے جاتے ہیں اور اِن کا تعلق مختلف علاقوں سے ہوتا ہے۔ جس طرح ''ہو جمالو''۔ پورے سندھ

میں عرس میلے اور خوشی کے مواقع پر اپنے جذبات کا اظہار اسی لوگ گیت کے ذریعے ہی کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ڈھولو، ہمرچو، لولی، چھلو، ماجھیڑو وغیرہ سندھی اور مقامی بولیوں میں گائے جاتے ہیں۔ اس طرح شمالی، جنوبی اور مغربی اضلاع میں کچھ لوک گیت مشہور ہیں جس طرح لوٹو، مورو وغیرہ۔ سندھ کے جدید شعراء نے بھی لوک گیت کی طرز پر گیت لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سندھی زبان کے شعراء پڑوسی زبانیں نہ صرف جانتے ہیں بلکہ اُن زبانوں میں شاعری بھی کرتے ہیں۔ کسی بھی زبان سے واقف ہونا اور اُس زبان کے لوک گیتوں سے اثر قبول نہ کرنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ کے کچھ شعراء پنجابی لوک گیت ماہیا سے متاثر ہو کر سندھی زبان میں ماہیا لکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جن میں سے اک بڑا نام نیاز ہمایوں کا ہے۔ یہاں پر کچھ نیاز ہمایوں کے سندھی پیش کیے جاتے ہیں۔

ساؤ سر تھن جووں ماہیا
چٹی آھیان گل جان اُچي مونکي کن ماہیا(۱۵)

آ سین جو گئیر ادم الھیي آ لا
ھلیا ویندا سي کٹیي کو غم الھیي آ لا (۱۶)

ترجمہ:

جھکے چاندنی پہ چنار......الا
میری سندھڑی یہ ہوسُکار......الا (۱۷)

آ تسنی کک جیي ھینان لک ماہیا
منھنجانی شرابي ،اچیي چکری تر چک ماھیا(۱۸)

اوپر دیے گئے ماہیے کے ترجمے ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو نے ایک خط کے ذریعے کیے ہیں۔ جو کہ ضمیمے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیاز ہمایوں کا ماہیا لکھنے کی طرف خیال کیسے ہوا۔ اس کے بارے میں ایک انٹرویو میں ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو نے بتایا:

> ''نیاز ہمایوں میرے دوست تھے۔ انہوں نے پنجابی/ سرائیکی ماہیا سے متاثر ہو کر سندھی زبان میں اس کا خوبصورت تجربہ کیا۔ ان کے لکھے ماہیے ان کی کتاب ''دھرتی جا گیت'' میں شامل ہیں۔ مرحوم سرائیکی ماہیا کی دُھن میں اپنا لکھا ہوا ماہیا گایا کرتے تھے۔''(۱۹)

اوپر دیے گئے حوالے سے یہ پتا چلتا ہے کہ نیاز ہمایوں پنجابی لوک گیتوں سے اچھی طرح واقف تھے اور ان لوک گیتوں میں ماہیا اپنے اختصار، مزاج اور لچکیلے پن کی وجہ سے ایسی صنف ہے جس

میں اپنے جذبات کا اظہار خوبصورت انداز میں کیا جا سکتا ہے اور نیاز ہمایوں اگر پنجابی زبان سے واقف ہوں اور پنجابی ماہیا سے متاثر نہ ہوں یہ ناممکن ہے۔ جس طرح پنجابی ماہیے سے اردو ماہیا اور فارسی ماہیا کا آغاز ہوا اسی طرح سندھی زبان میں بھی اس کی کامیاب کوشش کی جا رہی ہے۔ یقیناً اس کے پہلے شاعر نیاز ہمایوں ہیں۔ ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو ایک خط میں نیاز ہمایوں کی شاعری کے بارے میں بتاتے ہیں:

''نظم میں ان کے دو مجموعے ہیں:

۱۔ وطن کی ساکھ

۲۔ دھرتی جا گیت

''آخرالذکر میں نیاز صاحب کے نظموں گیتوں کے ساتھ ساتھ کچھ لوک گیت بھی شامل ہیں جن میں اوڈھیئڑ و مانجھیڑ و اور ماہیا وغیرہ شامل ہیں۔''(۲۰)

ان اوپر دیے گئے حوالہ جات سے یہ پتا چلتا ہے کہ سندھی لوک گیتوں میں ماہیا نام کی پہلے کوئی شعری صنف نہیں تھی اور نہ ہی نیاز ہمایوں سے پہلے کسی سندھی شاعر کے ماہیے ملتے ہیں۔ اس لیے ہم نیاز ہمایوں کو ہی سندھی زبان میں ماہیا کا پہلا شاعر مانتے ہیں اور انھوں نے یہ شاعری پنجابی ماہیے سے متاثر ہو کر لکھی ہے۔

فارسی میں ماہیا

ہم پہلے تحقیق سے ثابت کر چکے ہیں کہ 'ماہیا' فارسی لفظ ''ماہ'' سے مشتق نہیں ہے بلکہ ''ماہی'' سے نکلا ہے۔ پنجابی اور فارسی ادب کے نامور محقق اور ادیب شریف کنجاہی کا کہنا ہے کہ ماہیا لفظ فارسی زبان میں موجود تھا اور ہو سکتا ہے کہ اس سے ماہیا صنف کا وجود ہوا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

''پنجابی ماہیے دے اک ٹوٹے دے دوجے نال بے تعلق ہون دا کھرا وی سانوں نہ ہندی وچ ملدا اے نہ فارسی وچ تے ہو سکدا اے ایس ملک دا بہت پرانا تے گھرو کا رنگ ہووے۔ اُنج ماہیا لفظ اسلام توں بہت پہلاں ایران وچ ورتیا جاندا سی تے ایہہ وی ممکن ہے جے اودوں ایران دے لوک گیت وی کجھ ایسے طرحاں دے ہوندے ہون۔ ایہہ لفظ ضرور ایرانی اثر دا پتہ دیندا اے۔ ایہناں لوک گیتاں واسطے اوتھے ''تصنیف'' دا لفظ ورتیا جاندا اے۔ جیہڑا کہ ظاہر اے جے عربی اے تے عرباں توں پہلاں ضرور لوکاں کوئی ہور ناں رکھیا ہویا ہووے دا۔''(۲۱)

یہاں ہم فارسی لُغات سے لفظ ماہیا دیکھتے ہیں۔ ''فرہنگ عمید''(۲۲) ''فرہنگ فارسی امروز''(۲۳) میں ماہیا لفظ نہیں ملا جب کہ ''فرہنگ آنندراج'' میں لفظ ''ماہیادہ'' ملا ہے۔ جس کے معنی ایک ایرانی سالن کے ہیں، جو کہ مچھلی سے تیار کیا جاتا ہے۔(۲۴) دوسرا لفظ ''ماہتہ'' ہے، جس کو جعلی مصدر

کہا جاتا ہے (۲۵)۔اس کے علاوہ ایسا لفظ ''ماہیا'' نہیں ملا۔جو کسی اور اصطلاح یا لغوی حوالے سے معنی دیتا ہو۔ ہو سکتا ہے شریف کنجاہی ''ماہیا دہ'' کو ماہیا کا لفظ کہنا چاہتے ہوں۔ جو کہ بعد میں فارسی کے پنجاب میں آنے سے پنجابی لوک گیتوں کی شعری صنف ''ماہیا'' کا نام تبدیل کر گیا ہو۔لیکن اس بات میں کوئی دم خم نظر نہیں آتا۔ہم پہلے ہی اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ ماہیا کا ماخذ، مہیں (بھینس)، ماہی اور ماہیا ہے۔اور ماہی محبوب کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ''ماہیا'' اُس وقت سے اِس صنف کا نام ہے جب سے یہ صنف وجود میں آئی۔

پرانے ایرانی لوک گیتوں میں ایک مختصر شعری صنف موجود ہے لیکن اس صنف اور ماہیے کی بناوٹ اور ہیئت کے حوالے سے فرق ہے۔اس کے علاوہ اس طرح مختصر شعری اصناف ہر زبان میں موجود ہیں۔جس طرح ہندی میں ٹھمری، سندھی میں مورو، ڈھولو، بلوچی میں زہیروک، موتک اور پشتو میں ٹپا۔اس طرح کی اصناف جو کہ ایک، دو یا تین لائنوں پر مشتمل ہیں اب ہر زبان میں موجود ہیں۔اس لیے شریف کنجاہی کی بات سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ ماہیا کسی فارسی لفظ یاں فارسی شعری صنف سے وجود میں آیا ہے۔ جہاں تک فارسی میں ماہیا لکھنے کا رواج ہے اور وہ پنجابی ماہیے سے متاثر ہو کر ہی لکھا گیا ہے اور یہ ابھی تک صرف چند شعراء نے لکھا ہے۔ فارسی ماہیا کے لکھاری وہ شاعر ہیں جن کا تعلق برصغیر سے ہے اسی وجہ سے وہ یہاں کے لوک گیتوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔اب تک کی تحقیق کے مطابق فارسی لکھنے میں سب سے پہلا نام بشیر حسین ناظم کا سامنے آتا ہے۔بشیر حسین ناظم کے ماہیے بارے لکھتے ہوئے رضاءاللہ شاہ نوشاہی فارسی ماہیے کا ماخذ پنجابی زبان بتاتے ہیں:

> ''تاریخ ماہیا در نظم زبان پنجابی زیاد قدیم نیست و فقط شمت نال پیش بہ وجود آمداست زمینہ اثر خیلی جالب است و نیز مبنی بر حقیقت می باشد و یک داستان عشقی رابطہ خاطر می آورد۔'' (۲۶)

بشیر حسین ناظم کے ماہیئے پنجابی رسائل میں بھی چھپ چکے ہن اور اُن کے ماہیئے کی ہیئت اور بناوٹ پنجابی ماہیئے کی سی ہے۔کچھ مثالیں پنجابی ترجمہ کے ساتھ دیکھیں:

ہر سمت خدا بینم
لیک بدستِ صنم، شمشیرِ جفا بینم

ترجمہ:

ہر پاسے خدا دسدا
شمشیر بدست صنم اج ڈاہڈا اخفا دسدا

توحید بیا داری
مہر بتاں ناظم، در سینہ نہا داری